© rasailojaraid.com

منیۃ المصلی المعروف بالکبیری ص۳۱۹)

ابن مالک نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں ملائکہ کی بجائے صرف جبریل کا نام لیا ہے:

"فَقَالَ جِبْرِیْلُ اَشْهَدُ . . . الخ" (مرقات ص۳۳۱/۲)

ابن مالک حنفیؒ (متوفی اواخر ۸۰۰ھ) نے اسے "رُوِیَ" کرکے بیان کیا ہے جو روایت کے ضعف کی نشانی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری حنفیؒ (ف ۱۳۵۲ھ) نے فیض الباری میں بغیر تبصرہ کے کہا ہے کہ یہ شب معراج کا واقعہ ہے:

"کان هذا التحية من النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لربه فی ليلة المعراج" (فیض الباری ۳۱۲/۲)

لیکن العرف الشذی میں لکھتے ہیں کہ بعض حنفیوں نے ذکر کیا ہے کہ التحیات آپ نے شب معراج میں کہی تھی مگر مجھے اس کی سند نہیں ملی:

"وذکر بعض الاحناف قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ليلة الاسراء التحيات لله الخ . . . ولكن لم اجد سندا هذه الرواية وذكره فی الروض الانف" (العرف الشذی ص۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا گو شبِ معراج میں یہ واقعہ عقلاً مستبعد نہیں ہے لیکن سنداً ثابت نہیں ہے کیونکہ بے سند ہے۔ اس قسم کے واقعات کے لئے عقلی امکان کافی نہیں ہوتا، بلکہ سند ضروری ہوتی ہے ۔۔ اذ لیس فلیس"

اصل میں "التحیات" کا اسلوبِ بیان ہی کچھ ایسا ہے، جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کوئی گفتگو اور معاملہ کی نقل حکایت نہیں ہے بلکہ حاضرین کو سکھاتے ہوئے التحیات کا یہ اسلوب قدرتی ہوگیا تھا۔ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سامنے تھے اس لئے خطاب پیدا ہوگیا، حاضرین کو اپنے بارے میں کچھ کہنا تھا، اس میں "متکلم" کا صیغہ اختیار کیا گیا۔ فرشتے اور صلحاء پردۂ غیب میں تھے۔ ان کے لئے وہی انداز اختیار کیا گیا جو ان کے لئے مناسب تھا:

"فعدل عن الغيبة الى الخطاب مع ان لفظ الغيبة يقتضيه السياق لانه اتباع لفظ الرسول بعينه حين علم الحاضرين من اصحابه" (عون الباری لحل ادلة البخاری ص۳۴۹)

اس لئے علامہ طیبیؒ (ف ۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ہم تو صرف ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان لفظوں کا اتباع کرتے ہیں، جو آپؐ نے صحابہؓ کو سکھائے تھے:

"نحن نتبع لفظ الرسول بعینہ الذی کان علمہ الصحابۃ" (تحفۃ الاحوذی)

بہت سی دعائیں اور وظائف "توقیفی" ہوتے ہیں جو محض وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے پر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے قطع نظر اس کے کہ خارج میں اس سے کیا لازم آتا ہے ہم بعینہٖ ان کے اتباع میں سعادت سمجھتے ہیں۔

"السلام علیک ایہا النبی" کی کیفیت بھی یہی ہے۔ چونکہ حضورؐ خود ہی مخاطب کو التحیات سکھا رہے تھے اور بالکل اسی عالم میں جو اس وقت موجود تھا کہ آپؐ متکلم بھی تھے اور مخاطب بھی، مخاطب سے فرمایا کہ "اللہ کے حضور یوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا کریں" "التحیات للہ" اور مجھے یوں یاد کیا کریں "السلام علیک ایہا النبی" اور خواص اور اپنی ذات کے لئے یوں کہا کریں "السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین" اس کے آخر میں کلمۂ شہادت پڑھا کریں۔

یہ اسلوب دراصل شیخ کی تلقین کا ہے جو اپنے تلامذہ کے سلسلے میں اختیار کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا۔ "السلام علیک ایہا النبی" میں خطاب سے مراد خیالی استحضار ہے، حقیقی نہیں ہے کیونکہ یقینی خطاب تو صرف وہ ہو سکتا ہے جس میں مخاطب حقیقتاً متکلم کے سامنے شاہد اور محسوس ہو۔ ظاہر ہے، یہ خطاب "تو" ایاک نعبد وایاک نستعین" میں بھی ملحوظ نہیں ہے، ورنہ خدا کے سلسلہ میں عجیب سے عجیب تر تصورات قائم ہو جائیں۔

یہ خیالی استحضار بھی "تصور شیخ" کی مانند کی کوئی شے نہیں ہے کیونکہ یہ بات نمازی کے اس ادعا کی نفی کرتی ہے جس کا وہ "اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَنِیْ" کے معنوں میں اظہار اور اعلان کرتا ہے بلکہ اس سے مراد صرف وہ احساس ہے جو ایک دعاگو اپنے محسن کے لئے نیک جذبات اور نیک دعاؤں پر مائل رکھتا ہے۔

علمائے احناف نے خود اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یہاں خطاب حقیقی نہیں، صرف خیالی ہے:

"اقول ان الفاظ الخطاب فی لسان العرب لاستحضار المخاطب تخییلا ولا یجب علم المخاطب کما یقال واجبلاہ و واویلاہ یا زیداہ للمیت وعلی ھذا الاصل الا الخطاب علیٰ حالۃ الجبلوۃ ۔ ۔ ۔ والمنادیٰ ماید خل علیہ لفظ الندا" (المعرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الشذی صفحہ ۱۳۹)

چونکہ یہ اسلوب بیان ایسا ہے جس کی نزاکتوں اور حدود کو صحابہؓ خوب سمجھتے اور ملحوظ رکھتے تھے اس لئے وہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں "السلام علیک ایہا النبی" ہی پڑھتے رہے۔ حالانکہ یہ بات وہ سب جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں بھی آپ کو سنا کر اور مخاطب رکھ کر "ایہا النبی" نہیں کہا کرتے تھے اور نہ ہی واقعۃً ایسی کوئی سبیل موجود تھی، تاہم جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں چھوڑ کر اپنے اللہ کے ہاں چلے گئے تو صحابہؓ نے غالباً بعد میں آنے والوں کی غلط فہمی کے خوف سے "خطاب" کے صیغہ اور ندائیہ انداز کو ہی بدل ڈالا۔ اب وہ کھلے بندوں "السلام علی النبی" پڑھنے لگ گئے تھے تاکہ ملت اسلامیہ کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ (المتوفی سنہ ۲۳۵ھ) "مصنف" میں روایت کرتے ہیں:

"حدثنا ابونعیم قال حدثنا سیف بن ابی سلیمان قال سمعت مجاھدا یقول حدثنی عبداللہ بن سنجرۃ قال سمعت ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد . . . کما یعلمنی السورۃ من القرآن: التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی . . . وھو بین ظھرانینا فلما قبض قلنا: السلام علی النبی" (مصنف ابن ابی شیبۃ صفحہ ۲۹۲)

کہ حضرت ابونعیم نے ہم سے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں، ہم سے سیف بن ابی سلیمان نے ذکر کیا، وہ کہتے ہیں، میں نے مجاہد سے یہ سنا کہ مجھ سے عبداللہ بن سنجرہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں، میں نے ابن مسعود سے سنا، فرماتے تھے کہ سورت کی طرح مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے التحیات سکھائی "التحیات الخ" جبکہ آپ ہمارے سامنے تھے۔ اور وصال مبارک کے بعد ہم نے "السلام علیک ایہا النبی" کی بجائے "السلام علی النبی" کہنا شروع کر دیا۔"

بعینہٖ یہی روایت امام ابوعوانہ یعقوب الاسفرائی (ف سنہ ۳۱۶ھ) نے اپنی "مسند" باب ایجاب قراۃ صفحہ ۲۲۸/۲ میں اور حضرت امام بخاریؒ (ف سنہ ۲۵۶ھ) نے اپنی صحیح بخاری "باب الاخذ بالیدین، کتاب الاستیذان صفحہ ۹۲۶/۲" میں بہ سند بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ ابونعیم اور بیہقی نے تعلیق المجد صفحہ ۸۰ اور "السراج" اور جوزقی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے (عون الباری صفحہ ۲۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اس کی صحت میں کوئی کلام اور شک نہیں۔ (عون الباری علی املة البخاری، ج۱ ص۳۵۵)

فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ایک قول متابع بھی پایا ہے:

"قد وجدت بھا متابعا قویا" (التعلیق المجد ص۸۵)

حضرت ابن عمرؓ سے جو تشہد منقول ہے اس سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہی نظریہ رکھتے تھے چنانچہ مؤطا مالک میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بھی "السلام علی النبی" پڑھتے تھے:

"ان عبد اللہ بن عمر کان یتشھد فیقول بسم اللہ التحیات ... السلام علی النبی ... الحدیث (مؤطا مالک باب صیغ التشھد)

سعید بن منصور کی ایک منقطع روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی نظریہ تھا:

"فقال ابن عباس انما نقول "السلام علیک" اذ کان حیا" الحدیث (التعلیق المجد ص۸۵)

یعنی حضرت ابن مسعودؓ سے انہوں نے کہا کہ "السلام علیک" تو ہم اس وقت کہتے تھے جب آپؐ دنیا میں موجود تھے۔"

حضرت عائشہؓ کے تشہد کی بھی یہی کیفیت ہے۔ حضرت قاسم فرماتے ہیں، حضرت عائشہؓ پڑھتی تھیں:

"التحیات الطیبات الصلوٰت الزاکیات للہ السلام علی النبی ورحمة اللہ الخ"

(مصنف ابن ابی شیبة باب فی التشھد فی الصلوٰة کیف ھو ج۱ ص۲۹۳)

یہ صرف ان بزرگوں کی بات نہیں بلکہ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام صحابہ کا تعامل تھا حضرت عطاء بن ابی رباح (ف ۱۱۴ھ) جو حضرت عمرؓ کے عہد میں پیدا ہوئے، جلیل القدر صحابہ سے تعلیم پائی تھی، وہ فرماتے ہیں کہ جب تک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں موجود تھے تو صحابہ تشہد میں، "السلام علیک ایھا النبی" پڑھا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے تو پھر "السلام علی النبی" کہا کرتے تھے۔ یہ روایت مصنف عبدالرزاق کی ہے اور سند بالکل صحیح ہے

اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء بن ابی الدباح ان الصحابة کانوا یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حیؐ "السلام علیک ایھا النبی" فلما مات قالوا "السلام علی النبی" وھذا اسناد صحیح" (عون الباری ج۲ ص۳۰۵، التعلیق ص۸۲، تحفة الاحوذی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طب ۲۳۹ بحوالہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی (ؒ)

ان روایات کی بنا پر امام تاج الدین سبکی (ف ۷۷۱ھ) بیضاوی کی منہاج کی شرح میں ابوعوانہ والی روایت ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ صحابہ سے صحیح سند سے مروی ہے تو پھر حضور کی وفات کے بعد سلام میں خطاب (یعنی السلام علیک ایہا النبی) واجب اور ضروری نہ رہا، امام ابن حجر فرماتے ہیں:

"قال السبکی فی شرح المنہاج بعد ان ساقہ سندا الی ابی عوانۃ وحدہ: ان صح عن الصحابۃ ہذا دل علی ان الخطاب فی السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر واجب انتہی قلت قد صح بلا ریب وقد وجدت لہ متابعا قویا" (التعلیق ص ۸۴، حاشیہ نمبر ۵ وعون الباری ص ۴۲ بحوالہ فتح الباری لابن حجر)

بعض صوفیوں نے کہا ہے کہ نمازیوں نے جب التحیات کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھلوانا چاہا تو انہیں حریم کبریا میں داخلہ مل گیا اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پر انہیں خیال آیا کہ یہ تو سبھی کچھ حضور کے وسیلے اور اتباع کی برکات کا نتیجہ ہے۔ پھر جب ادھر کو التفات کیا تو دیکھا کہ حریم حبیب میں، حبیب بہ نفس نفیس کھڑے ہیں تو "السلام علیک ایہا النبی" کہتے ہوئے سب آپ کی طرف لپک پڑے۔ مندرجہ روایات سے متصوفین کے اس انکشاف کا بخوبی رد ہو جاتا ہے:

"وفی ہذا ادر لما قال بعض اہل العرفان: ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لہم بالدخول فی حرم الحی الذی لا یموت فقرت اعینہم بالمناجاۃ فنبہوا علی ان ذالک بواسطۃ نبی الرحمۃ وبرکۃ متابعتہ فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب فاقبلوا علیہ قائلین "السلام علیک ایہا النبی" انتہی" (عون الباری علی ادلۃ البخاری، ص ۴۲ بحوالہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی ؒ)

مگر ان بزرگوں کے اس وہم میں واقعیت کا کوئی شائبہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ؓ سے بڑھ کر اس فیضان اور کشف کا اور کوئی مستحق نہ تھا اور نہ ہی وہ اس سے بے خبر رہتے۔ جو گرامی قدر ہستیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں بے چین رہیں، ان کے لئے اس مشاہدہ کی ارزانی اور زیادہ ہوتی، مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ حضور سے غیوب کی طرف بھاگ کھڑے ہوگئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کو بعد میں آنے والوں کی اس قسم کی ایک کرامات کا علم نے ہی اس کانٹے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لینے پر آمادہ کیا ہو — بلکہ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔

شارح بخاری حضرت شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ (ف ۱۳۵۲ھ) صحیح بخاری کی اس روایت پر بڑے نازطق سے لگتے ہیں، فرماتے ہیں:

"امت نے اس نظریہ کو نہیں اپنایا (لم تعمل بہ الامۃ)"

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ صدر اول کے صحابہ کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اس کے علاوہ خطاب کا ترک تب ضروری ہوتا جب اسی احساس کے ساتھ کوئی اسے پڑھتا، حالانکہ وہ تو صرف اس لئے خطاب سے پڑھتا ہے کہ بطریق خطاب آپ نے التحیات سکھائی تھی۔ ہاں اگر کوئی چاہے تو اب بھی خطاب کے بجائے "والسلام علی النبی" پڑھ سکتا ہے جیسا کہ سبکی نے کہا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ:

"اس روایت میں اضطراب ہے (مع انہ فیہ اضطراب)" لیکن شاہ صاحب نے اضطراب کی نوعیت نہیں بتلائی۔ حالانکہ روایت سنداً و متناً بالکل صحیح ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے۔"

پھر نہایت ترش لہجہ کے ساتھ یہ اعتراض فرمایا ہے کہ:

"یہ خطاب تو وہ تب بدلتے جب زندگی میں آپ کو سنا کر ہی پڑھتے رہے ہوں۔ حالانکہ زندگی میں غیوب ہی رہتا تھا تو پھر اب اس کا کیا فائدہ؟

"کان الخطاب فی حیاتہ متصورا فی المسجد النبوی بحضرتہ . . . ولو سلمنا ان صیغۃ الخطاب لم یکونوا یاتون بھا فی التشھد الا بمسجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھل کانوا یسمعونھا ایاہ ایضا" (فیض الباری - کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین ص ۴۱۲ ج ۴)

خطاب سے غیبت کی طرف آنے کی وجہ یہ احساس ہی نہیں کہ ان کے نزدیک پہلے وہ حاضر تھے، وفات کے بعد اب حاضر نہیں رہے بلکہ آنے والوں کو اس کے ممکن خطرات سے تحفظ مہیا کرنا ان کے سامنے تھا — جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ: اس قسم کی احتیاط کرنے کے باوجود لوگ انہی فتنوں میں مبتلا ہو گئے جن کا انہیں اندیشہ تھا۔ ہم کہتے ہیں بقول آپ کے اگر امت نے حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن مسعود اور دوسرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی تلمیحات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، تو نتیجہ بھی اس کا دیکھ لیا ہے۔ خاص کر پاک و ہند کا سواد اعظم اسی "السلام علیک ایہا النبی" کو حضور کے حاضر ناظر ہونے کی بنیاد بنا رہا ہے۔ اگر پوری ملت اسلامیہ صحابہؓ کی تلقین کو عملاً اپنا لیتی تو اہل بدعت کی جان پر بن جاتی۔ اور آج اس خوش فہم اور وہم پرست "ٹولے" کی اصلاح حال کے لئے ہمیں اتنا وقت بھی ضائع نہ کرنا پڑتا۔

بقیہ صفحہ ۳۸ سے آگے

یہ تمام حقائق اس لئے پیش کئے جا رہے ہیں کہ دنیا یہ باور کر سکے کہ یہ سب دجال کی فوج تیار ہو رہی ہے۔ جس کا مدمقابل سوائے اسلام اور مسلمانوں کے اور کوئی نہیں ہے۔ اگرچہ تقدیر کے نوشتہ کو کوئی قوم ٹال نہیں سکتی لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے نام لیوا، دانشور اور اہل علم و فضل آنے والے دور کیلئے مسلمانوں کی سربلندی کی خاطر اپنی قوتیں صرف کر دیں اور قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خواب غفلت میں سوتے رہیں اور کفر اپنی سازشوں میں کامیاب ہو جائے۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

گرچہ شعلے کچھ فروزاں اب بھی انکے دل میں ہیں
بجلیاں پنہاں ابھی گو ان کے آب و گل میں ہیں
ٹھوکروں میں ڈھونڈتے ہیں راہ کعبہ کی مگر
اے محمدؐ راہرو تیرے یہ کس منزل میں ہیں

خسروی

© rasailojaraid.com